جسے وہ سمجھ سکیں، ورنہ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا جائے؟'' اور حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں: ''إنک لن تحدث قوما حدیثا لا تبلغه عقولهم إلا کان لبعضهم فتنة'' [مسلم مقدمة ح:١٤]
''اگر تم کسی قوم کو اس طرح کی حدیث سناؤ جسے وہ نہ سمجھ سکیں تو یہ بھی ان میں سے بعض کے لیے فتنے کا سبب بنے گا۔''

٢۔ اگر کوئی عالم یہ سمجھ لے کہ فلاں سائل کے سوال کا مقصد صرف امتحان لینا ہے، تو وہ اس کا جواب نہ دے۔
اسی طرح کوئی عالم یہ سمجھ لے کہ فلاں شخص کے سوال کا مقصد شریعت سے رخصتیں ڈھونڈنا یا بہانے تلاش کرنا ہے، تو اس کا بھی جواب نہ دے۔☆ ان صورتوں کے علاوہ کسی علم کو چھپانا ہرگز جائز نہیں۔ واللہ أعلم بالصواب

المصادر: [تفسیر الطبری، القرطبی، ابن کثیر، اضواء البیان، تفسیر ابن العثیمین، الفرقان فی تفسیر القرآن]

☆ امتحانی قسم کے سوال پر خاموشی اختیار کرنے یا شریعت اسلامیہ میں سہولتیں تلاش کرنے والے کو علمی جواب سے محروم کرنے کے مقابلے میں ایسے مواقع پر بھی مناسب جواب دینے میں کئی فوائد نظر آتے ہیں:

(١) عالم کی صلاحیت کے بارے میں سائل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

(٢) ارشادِ الٰہی ہے: ﴿یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾ [البقرة ١٨٥] اور فرمانِ نبوی ہے: ''یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا'' [بخاری علم باب: ١١، مسلم جهاد ح:٥] اس لیے اگر شرعاً کسی مسئلے میں سہولت ثابت ہو تو سائل کو آگاہ کرنا چاہیے۔ جس مسئلے میں ایسی رخصت موجود نہ ہو تو اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

(٣) کبھی عالم سمجھتا ہے کہ یہ سوال امتحاناً کیا گیا ہوگا؛ لیکن دراصل وہ سوال سنجیدہ اور پیش آمدہ بھی ہوسکتا ہے۔

(٤) کبھی ایک شخص کے سوال سے سامعین کی تعلیم و تربیت بھی ہوتی ہے، جیسے حدیث جبریل میں ہے۔

تنبیہ: اگر کوئی سوال مبہم ہو تو عالم کو چاہیے کہ سائل سے تفصیل طلب کیے بغیر مجمل جواب نہ دے؛ کیونکہ ایسے سوال کے پیچھے بعض اوقات غلط استدلال کی بدنیتی بھی کارفرما ہوسکتی ہے۔ (ابو محمد)

درس حدیث

صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز

ابو محمد عبدالوہاب خان

اہل سنت والجماعت کا دینی منہج قرآن مجید، صحیح حدیث اور اجماع امت کی لازماً پیروی کرنا ہے، پھر قیاس وغیرہ کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے۔ اختلافی مسائل میں بلا کسی تقلیدی تعصب کے حق سے قریب تر قول کو قبول کرنا چاہیے۔ صحیح تر قول کی تلاش علمائے دین کی بڑی اہم وافضل ذمہ داری ہے جو کہ خوب محنت کا تقاضا کرتا ہے۔

اگلی صف سے کھینچ کر ملانے کی ترجیح الحدیث شمارہ 2 میں شائع ہوئی تھی، لیکن اہل علم کی طرف سے اثبات یا نفی میں کوئی رہنمائی سامنے نہیں آئی، بارہ سال بعد نہ کھینچنے کی ترجیح شمارہ 34 میں شائع ہوئی۔ شمارہ 36 میں اپنی ترجیح عربی میں لکھی پھر 12 دسمبر 10ء کو الحدیث کی مجلس نے اسے درست قرار دیا۔ آخر راقم کو ایسی نماز کے حکم میں رجوع کرنا پڑا۔ اب یہ مسئلہ اردو میں پیش خدمت ہے۔

عن وابصة بن معبد ﷺ :

أن النبی ﷺ رأی رجلا یصلی خلف الصف وحده فأمره أن یعید الصلاة."

"نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے نماز دہرانے کا حکم دیا۔"

[أبو داؤد الصلاة باب ۱۰۰ الرحل یصلی وحده خلف الصف ح۶۸۲، الترمذی باب ۵۶ ح ۲۳۰، ۲۳۱، ابن ماجه باب ۵۴ ح۱۰۰۳، ۱۰۰۴، الدارمی باب ٦۱ ح۱۲۸۵، ۱۲۸٦]

ایک ضعیف روایت میں ہے کہ صف کے پیچھے نماز پڑھنے والا خود وابصہؓ تھا۔[الطبرانی فی الکبیر ۲۲/۳۷۱ ح۳۹٦، ۳۹۸]

حدیث کی اسنادی حیثیت:

(الف) اضطراب: اس حدیث میں ھلال بن یساف سے مندرجہ ذیل اسنادی اختلاف مشہور ہے:

(۱) عن عمرو بن راشد عن وابصة. اس پر ابوداؤد سجستانی اور ابوداؤد طیالسی نے اعتماد کیا ہے [ح: ۱۲۰۱]

(۲) عن زیاد بن أبی الجعد عنه . اسے امام ترمذی نے اختیار کیا ہے۔[۱ ۷ ٤٤، ٤٤۸]

(۳) عن وابصة بن معبد ﷺ. امام احمد نے روایت کی ہے۔[٤ ۲۲۸ تحقیق: ۲۹ ۵۲٤ ح ۱۸۰۰۰]

امام ترمذی: حصین کی روایت کے مطابق ھلال نے وابصہ سے بلا واسطہ روایت کی ہے۔امام بیہقی: اسنادی اختلاف کی وجہ سے ہی صحیحین میں روایت نہیں کی گئی۔امام بزار نے ضعیف کہا۔امام ابن عبدالبر: یہ حدیث مضطرب ہے ثابت نہیں۔

راقم: دراصل اختلاف کے وقت محدث کا ترجیح میں توقف اضطراب کہلاتا ہے؛ جو کہ ترجیح یا تطبیق سے ختم ہو جاتا ہے۔

(ب) **اضطراب کی نفی:** ابن حبان: روایت نمبر(۱،۲) دونوں محفوظ (صحیح) ہیں۔[ح:۲۱۹۹]

احمد شاکر: راجح یہ ہے کہ جملہ روایات ایک دوسرے کی مؤید ہیں اور سب صحیح ہیں۔[تحقیقہ علی الترمذی ۱/ ۴۵۰]

البانی: ھلال نے عمرو بن راشد کے واسطے سے وابصہ ﷛ سے روایت کی اور زیاد کی وساطت سے وابصہ سے روایت کرتے وقت تو وابصہ ﷛ خود بھی سن رہا تھا۔پس اس کے لیے وابصہ سے بلا واسطہ روایت کرنا بھی جائز ہوا۔اس طرح تینوں روایات متفق ہو جاتی ہیں اور اسی بنا پر ہم اس کی صحت کا یقین کرتے ہیں۔[ارواء الغلیل ۲/ ۳۲۵]

حدیث پر حکم: امام دارمی: میں اسی حدیث کے مطابق کہتا ہوں۔امام احمد و امام ترمذی: یہ حدیث حسن ہے۔

ابن حجر: امام احمد اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ابن سید الناس: یہ اضطراب نقصاندہ نہیں، سارے راوی ثقہ اور معروف ہیں۔ابن حزم اور ارنؤط نے بھی صحیح کہا ہے۔[سنن الدارمی ۱/ ۳۳٤، فتح الباری ۲/ ۳۱۳ ط: السلفیة، جامع الترمذی ۱/ ٤٤۷، المحلی ٤/ ٥۲، نیل الاوطار ۳/ ۲۱۰، تحفة الأحوذی ۱/ ۱۹٤، مسند أحمد ۲۹/ ٥۲٥]

دوسری مؤید حدیث: علی بن شیبان ﷛: ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئے، آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔آپ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے دیکھا تو اس کے فارغ ہونے تک کھڑے رہے، پھر ارشاد فرمایا: ''اپنی نماز دہراؤ، کیونکہ جو صف کے پیچھے اکیلا ہو، اس کی نماز نہیں ہوتی۔''[ابن أبی شیبة فی المصنف و من طریقه ابن ماجه باب ٥٤ ح۱۰۰۳، أحمد ۲٦/ ۲۲٤ ـ ۲۲٥ ح ۱٦۲۹۷]

اسنادی حیثیت: (الف) بزار: راوی عبداللہ بن بدر کے مجہول ہونے کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔[نصب الرایة ۲/ ۳۹] ابن حجر: اس کی صحت محل نظر ہے۔[فتح الباری ۲/ ۲٤۹]

راقم: عبداللہ بن بدر کو امام ابن معین، ابوزرعہ، عجلی اور ابن حبان سب نے ''ثقہ'' کہا ہے۔اور ابن حجر نے خود نے بھی کہا ہے: ''ثقة، من الرابعة''[التهذیب و التقریب]

(ب) بوصیری: اس کی سند صحیح ہے اور راوی ثقہ ہیں۔البانی اور ارنؤط نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے۔[سنن ابن

ماجه ١/ ٣٢٠، الإرواء ٢/ ٣٢٩، مسند أحمد٢٦/ ٢٢٤]

سندی نے کہا: ''صف کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا۔'' اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرنے اٹھا تھا۔[هامش مسند احمد ٢٦/ ٢٢٥]

صف کے پیچھے اکیلا رہنے کے بارے میں اقوالِ علماء:

(۱) ابن خزیمہ: کسی انسان کے لیے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا منع ہے۔[دیکھ: فتح البـاری ٢/ ٢١٢]

شیخ [الاسلام ابن تیمیہؒ: کسی کو بھی صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔[مجموع الفتاوی ٢٢/ ٢٦٣]

ابن حجر: اس کے مکروہ ہونے پر اتفاق ہے۔[الفتح ٢/ ٣١٣] جمہور علماء: بلا عذر صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(۲) دوسرا قول: ابن عبدالبر: امام شافعی نے اس کے جواز کے لیے حدیث انس ﷺ سے استدلال کیا ہے۔ اس کے بعد حدیث ابی بکرہ ﷺ بھی بیان کر کے کہا ہے کہ جب اس کے لیے صف کے پیچھے اکیلے رکوع کرنا جائز ہوا، تو ساری نماز اسی طرح ہے؛ کیونکہ رکوع رکن ہے۔[التمهيد ١/ ٢٦٩] خطابی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔[معالم السنن ١/ ٤٤١]

راقم: حدیث انس سے استدلال تو مرد کو عورت پر قیاس کیے بغیر ممکن نہیں۔ نیز اس کا منظر بھی جماعت سے علیحدگی جیسا ہوتا ہے۔

صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز کا حکم:

پہلا قول: ظاہر حدیث کے مطابق امام احمد، اسحاق، حمیدی، ابو ثور، حماد بن ابی سلیمان، ابن ابی یعلی، وکیع، ابراہیم نخعی اور ابن خزیمہ رحمهم الله نے کہا ہے کہ ایسے شخص کو نماز دہرانا پڑے گی۔[الترمذی ١/ ٤٤٧، التمهيد ١/ ٢٦٨، تحفة الأحوذی، فتح الباری ٢/ ٣١٣۔٣١٤]

دوسرا قول: جمہور کے نزدیک بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے، پھر بھی نماز درست ہوگی۔ یہ سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی اور حنفیوں رحمهم الله کا قول ہے۔ البانی: نماز درست ہوگی اور دہرانے کے حکم کا اطلاق صرف اس پر ہوگا جو صف میں مل کر کھڑا ہونے میں (اپنی کوتاہی سے) ناکام ہوا اور یہی ابن تیمیہ کا بھی قول ہے۔[الإرواء ٢/ ٣٢٩]

تیسرا قول: بیہقی نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ اس کی نماز تو درست ہوگی لیکن اس کو (جماعت کا) اضافی ثواب نہیں ملے گا۔[الفتح ٢/ ٣١٤]

جمہور کے دلائل: [۱] حدیث ابی بکرہ: وہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے اس حالت میں پہنچا جب آپ ﷺ رکوع میں تھے تو اس نے صف میں پہنچنے سے قبل ہی رکوع کیا۔ پھر نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ''اللہ تیرے شوق میں برکت دے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔'' [البخاری الصلاۃ باب ١١٤ ح ٧٨٣]

امام شافعی وغیرہ نے اس حدیث سے صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز کی صحت کا استدلال کیا ہے؛ کیونکہ اس نے نماز کا ایک حصہ صف کے پیچھے اکیلے ادا کی اور اسے دہرانے کا حکم نہ دیا گیا۔ پس حدیث وابصہ میں دہرانے کا حکم صرف مستحب ہے۔[سبل السلام ٢/ ٢٨] ابن عبدالبر: یہ حدیث اس قول کے خلاف حجت ہے جو صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز کو باطل قرار دیتا ہے۔[التمهيد ١/ ٢٦٨] امام احمد وغیرہ نے دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ حدیث ابی بکرہ حدیث وابصہ کو خاص کرتی ہے۔ پس جس نے صف کے پیچھے اکیلے نماز شروع کی پھر صف میں شامل ہوگیا، اس کو دہرانا نہیں پڑے گا، ورنہ وابصہ اور علی بن شیبان کی حدیثوں کے تحت اسے دہرانا واجب ہے۔[فتح الباری ٢/ ٣١٣۔٣١٤]

ابن سیدالناس: صف کے پیچھے رکوع کرنا پوری نماز صف کے پیچھے پڑھنے کی طرح شمار نہیں ہوتا۔[نيل الأوطار ٣/ ٢١١]

ابن ابی شیبہ: اگر آدمی کے ہمراہ دوسرا ساتھی بھی ہو تو صف میں پہنچنے سے قبل رکوع کر سکتا ہے، اکیلا ہو تو ایسا نہ کرے۔

[المصنف فی الاحادیث والآثار :الصلاۃ باب ٢٥ من كره الركوع دون الصف ١/ ٢٨٨]

[۲] حدیث انس: ''میں اور ایک یتیم نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور میری ماں ام سلیم ہمارے پیچھے تھی۔'' [البخاری الاذان باب ٧٨ المرأة وحدها تكون صفا ح ٧٢٧، مسلم المساجد ح٦٥٨، موطأ مع التمهيد ١/ ٢٦٣] حدیث ابن عباس: ''میں نے نبی ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی جبکہ حضرت عائشہ ہمارے پیچھے ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی۔[النسائي الإمامة باب ٢٢ موقف الإمام إذا كان معه صبي وامرأة ٢/ ٨٦، ١٠٤ وصححه الألباني]

جسرۃ کہتی ہے: میں نے ابوذر غفاری کے پیچھے اکیلی کھڑی ہو کر نماز ادا کی۔ عطاء بن ابی رباح: اکیلی عورت بھی صف شمار ہوتی ہے۔[مصنف ابن ابی شیبة ٢/ ٨٦، ١٠٤، ٢٧٠]

ابن بطال نے حدیث انس سے صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز کی صحت کا استدلال کرتے ہوئے کہا: کیونکہ جب یہ عورت کے لیے ثابت ہوا تو مرد کے لیے بالاولی جائز ہوگا۔

راقم: مجھے مرد کے لیے ''اولی'' ہونے کی کوئی توجیہ سمجھ میں نہیں آئی۔ واللہ اعلم۔ لہٰذا میرے دوست علی زاہد کا استدلال

اس سے بہتر ہے جس نے احکام نماز میں مرد و عورت کے احکام یکساں ہونے کی بنیاد پر اکیلے مرد کی نماز کو درست قرار دیا۔

امام بخاری کے عنوان باب سے معلوم ہوتا ہے کہ اکیلی عورت کی نماز ہوتی ہے، اکیلے مرد کی نہیں، اور یہی ابن رشید کا قول بھی ہے۔ ابن خزیمہ: اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ صف کے پیچھے اکیلے آدمی کے لیے نماز کی ممانعت پر علماء کا اتفاق ہے، اگرچہ ایسی نماز کو بعض جائز بھی سمجھتے ہیں، اور اکیلی ہونے کی صورت میں عورت کو بالاتفاق اکیلی شامل جماعت ہونے کا حکم ہے۔ اب منع کردہ چیز کو حکم کردہ پر کیسے قیاس کیا جائے گا؟![الفتح ۲/ ۳۱۲]

راقم: یہی استدلال صحیح ہے۔ ہاں اگر عورت زنانہ صف کے پیچھے اکیلی نماز پڑھے تو اسے بھی نماز دہرانے کا حکم دیا جائے گا۔ اس طرح احکام نماز میں خواتین و حضرات کے درمیان مساوات واقع ہوتی ہے۔

[۳] ابن حجر نے ابن خزیمہ کا جواب دیتے ہوئے کہا: ظاہر ہے کہ اس سے استدلال کرنے والے نے مطلقاً جواز سمجھتے ہوئے منع کو تنزیہی اور دہرانے کے حکم کو مستحب قرار دیا ہے۔[الفتح ۲/۳۱۲] اور جمہور نے اپنے استدلال کی تائید میں کہا: اگر دہرانے کے حکم سے مراد نماز کا بطلان ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس شخص کو صف کے پیچھے نماز پوری کرنے ہی نہ دیتے۔

اس استدلال کا جواب کئی پہلوؤں سے:

۱۔ سندی وصنعانی: نماز دہرانے کے حکم کو استحباب پر محمول کرنا ظاہر معنی کے خلاف ہے۔[سبل السلام ۲ /۲۸]

۲۔ پہلی نماز صحیح ہونے کی صورت میں نماز کو دہرانا ہی منع ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کوئی نماز دن میں دو مرتبہ مت پڑھو۔'' [أبو داؤد الصلاة باب ۵۸ ح ۵۷۹ قال الألباني: حسن صحیح] اور نسائی کا لفظ ہے: ''ایک دن میں کوئی نماز دو بار نہیں پڑھی جائے گی۔'' [الإمامة باب ۲۷ سقوط الصلاة عمن صلی جماعة ۲/۱۱٤ ط: دار الریان]

۳۔ بیشک آپ ﷺ نے غلط طریقے پر نماز پڑھنے والے کو تین مرتبہ نماز پوری کرنے دی، ساتھ ہی باطل ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے دہرانے کا حکم بھی دیتے رہے۔[حدیث مسيء الصلاة......متفق علیه]

[۴] جمہور: دہرانے کا حکم ڈانٹ پلانے کے لیے دیا ہے یا یہ حکم ہی منسوخ ہے۔

جواب: ڈانٹ کے طور پر دہرانے کے حکم سے بطلان لازم آتا ہو تو معقول ہے، اور اگر اس سے بطلان لازم نہیں آتا تو یہ نماز دہرانے سے منع کے ساتھ متصادم ہوگا۔ اور منسوخ ہونے کا دعوی تو دلیل کا سخت محتاج ہے۔ نیز یہ دعویٰ دوسرے علماء کے اس دعوے سے بھی متصادم ہے کہ حدیث ابی بکرہ کے واقعے تک صف کے پیچھے نماز شروع کرنا جائز تھا، پھر اسی حدیث میں

آپ ﷺ نے "آئندہ ایسا نہ کرو" فرما کر اسے منسوخ کر دیا۔ لہٰذا جس کام سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے: وہ بالکل جائز نہیں۔ اور یہی انداز امام بخاری نے جزء القراءۃ میں اختیار کیا ہے۔[الفتح ٢/ ٣١٤]

[٥] وابصہؓ کی ایک روایت: وہ شخص صف میں شامل نہیں ہوا تھا اس لیے دہرانے کا حکم دیا۔ **(صلی خلفه رجل و لم يتصل بالصفوف ......)** (الدارمی ح: ١٣٧٧ صحه حسن سليم اسد وحسنه الزئی)

رفیق: معلوم ہوا کہ صف میں جگہ نہ پا کر آدمی اکیلا کھڑا ہو جائے تو نماز ہو جائے گی۔ (نماز نبوی ص ١٦٥)

اس حدیث کی روشنی میں راقم اپنی سابقہ ترجیح سے رجوع کرتا ہے۔ لیکن قاعدہ" **العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب** " کا تقاضا یہ کہ نمازی بہر حال اکیلا رہنے سے ممکنہ حد تک بچے۔ (واللہ اعلم)

اب جو شخص صف مکمل ہونے کے بعد پہنچے، اسے درج ذیل امور پر غور کرنا چاہیے:

(الف) اگر صف میں گھسنا ممکن ہو تو...... بہتر ہے۔[أبو داؤد ١/ ٤٣٣ تحت حديث ٦٦٦]

(ب) اگر کوئی اور اس کی طرف آ رہا ہو تو...... اسے تھوڑی دیر انتظار مبارک ہو۔

(ج) اگر اسے امام کے دائیں جانب کھڑا ہونے کا موقع ملے...... تو خیر ہے۔[مسلم صلاة المسافرين ٦/ ٣٥٣]

بصورت دیگر...... اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

امام ابوداؤدؒ نے یزید بن ھارون سے، اس نے حجاج بن حسان سے، اس نے مقاتل بن حیان سے روایت کی ہے کہ:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" **إن جاء رجل فلم يجد أحداً فليختلج إليه رجلا من الصف فليقم معه ، فما أعظم أجر المختلج.** " "اگر کوئی شخص آئے اور ساتھی نہ پائے تو صف سے ایک شخص کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملا لے، پس اس کھینچے گئے شخص کا اجر کتنا عظیم ہے!"

[المراسيل لأبی داؤد ح ٨٣، البيهقی ٣/ ١٠٥، كما فی نصب الراية ٢/ ٣٨]

یزید مضبوط ثقہ ہے، الحجاج کی روایت بھی حسن درجے کی ہے۔ مقاتل بھی سچا اور صاحب فضل ہے، لیکن چھوٹا تابعی ہے۔[تقریب التهذیب] البانی نے کہا: اس کی سند میں کوئی ہرج نہیں اگر یہ مرسل نہ ہوتا...... پس حدیث ضعیف ہوگی۔[الإرواء ٢/ ٣٢٨] ارنؤط نے کہا: "یہ معضل ہے۔"[مسند أحمد ٢٩/ ٥٢٥ تحت حديث ١٨٠٠٠]

راقم: یہ عبارت البانی کے حکم سے زیادہ مناسب ہے؛ کیونکہ مقاتل چھوٹا تابعی ہے اور کسی بھی صحابی سے اس کی روایت منقول نہیں۔ پس اس حدیث میں کم از کم دو راوی کم ہیں: تابعی اور صحابی۔

اس حدیث پر عمل کرنے کے بارے میں علماء کے اقوال:

(پہلا قول) عطاء: صف میں گھس سکے تو گھس جائے ورنہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کرلے، اکیلا کھڑا نہ ہو۔شوکانی: یہی اکثر شافعیوں کا قول ہے اور اس بارے میں آغازِ نماز میں موجود اور دورانِ نماز میں پہنچنے والے میں کوئی فرق نہیں۔[نیل الأوطار ۲۱۲/۳] نووی: آنے والے کو صف میں جگہ نہ ملے تو مستحب یہ ہے کہ صف میں سے ایک شخص کو اپنی طرف کھینچ لے اور کھینچے جانے والے کے لیے مستحب ہے کہ تعاون کرے۔اور آنے والے کو چاہیے کہ تکبیر تحریمہ پڑھ کر ہی کھینچ لے، تاکہ نمازی کو صف سے باہر نکالنے کی نوبت نہ آئے۔[المجموع ۲۹۸/٤]

راقم: ''تکبیر پڑھ کر کھینچ لے.....'' جمہور کی طرف سے اختلاف کی وجہ سے اس پر عمل فی الحال مشکل ہے۔لہٰذا عام لوگوں کے قائل ہونے تک مناسب یہ ہے کہ آنے والا تکبیر تحریمہ پڑھے بغیر کسی کو کھینچ لے، تاکہ اگر ایک شخص سے مزاحمت محسوس کرے تو دوسرے کو کھینچ سکے۔اور اس کا جو سبب بتایا گیا ہے'' تاکہ اسے صف سے باہر نکالنے کی نوبت نہ آئے'' تو جان لو کہ آخر میں مذکورہ حدیث جابر کی رو سے ایک دو سیکنڈ کی مدت تک نمازی کے صف سے باہر ہونے میں کوئی ہرج نہیں۔واللہ اعلم

ابن بطال نے اکیلی عورت پر قیاس کر کے اکیلے مرد کی نماز کو صف کے پیچھے درست قرار دیا تھا، اس کے جواب میں ابن حجر کہتا ہے: اکیلی عورت کے لیے یہ صرف اس وجہ سے درست ہوا کہ اس کے لیے مردوں کے ساتھ صف میں ملنا منع ہے، اس کے برخلاف مرد کے لیے صف میں شامل ہونا اور (جگہ تنگ ہو تو) گھس جانا نیز صف کے کنارے سے ایک شخص کو کھینچ کر ساتھ ملانا بھی ممکن ہے۔پس دونوں میں فرق ہوا۔''[فتح الباری ۲٤۹/۲]

(دوسرا قول) سماحۃ الشیخ ابن باز نے ابن حجر کے اس جواب پر یہ حاشیہ لکھا ہے: مذکورہ کھینچ لینے کا جواز محل نظر ہے؛ کیونکہ اس بارے میں وارد حدیث ضعیف ہے، نیز اس سے صف میں خلا پیدا ہو جاتا ہے، جبکہ صفوں میں خالی جگہ پُر رکھنا ہی مطلوب ہے۔لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگلی صف سے کسی کو کھینچ نہ لے بلکہ اسی صف میں گھسنے کی جگہ تلاش کرے یا امام کے دائیں جانب کھڑا ہو۔[هامش فتح الباری فی شرح: حدیث أنس (۷۲۷) ۲٤۹/۲] واللہ أعلم

سماحۃ الشیخ البانی نے بھی اس حدیث کے ضعف کی وجہ سے یہی موقف اختیار کیا ہے۔اور صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہی شیخ الاسلام کا بھی قول ہے۔[إرواء الغلیل ۳۲۹/۲]

حسن بصری: صف پوری ہونے کے بعد جو آدمی پہنچے، اسے امام کے ساتھ کھڑا ہو جانا چاہیے۔[مصنف ابن ابی

شیبة ۲/ ٤١٨] بویطی میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ اکیلا ہی کھڑا رہے اور کسی کو اپنے ساتھ کھینچ کر نہ ملائے۔ کیونکہ وہ اگر کسی کو اپنی طرف کھینچ لے تو ضرور اس کو صف اول کی فضیلت سے محروم کردے گا اور یقیناً صف میں خلا پیدا کرے گا۔ اور ابوالطیب طبری نے بھی یہی قول امام مالک سے نقل کیا ہے اور امام احمد و اسحاق دونوں نے اسے قبیح سمجھا ہے اور اوزاعی نے اسے مکروہ کہا ہے۔ بعض علماء کا بیان ہے کہ آدمی کو صف میں سے کھینچ لینا ظلم ہے۔[نیل الأوطار ۳/ ۲۱۱]

ان اعتراضات کا جواب:

{1} حدیث کا ضعف: (جواب) یہ تسلیم شدہ ہے؛ جیسے کہ گزر چکا۔

امام احمد اور ابوداؤد: ضعیف حدیث علماء کی رائے سے کہیں زیادہ قوی ہے۔[تدریب الراوی ۱/ ۲۹۹ النوع ۲۲]

حافظ ابن رجب: مرسل کے باب میں محدثین اور فقہاء کے کلام میں تصادم نہیں، کیونکہ محدثین ایک معین حدیث کی صحت پر بحث کرتے ہیں جو مرسل ہو اور وہ ان کے اصول کے تحت صحیح نہیں؛ کیونکہ اس کی سند نبی کریم ﷺ تک متصل نہیں۔ لیکن فقہاء کی مراد اس حدیث کے معنی کی درستی ہے۔ پس جب دوسرے قرائن مرسل حدیث کی تائید کریں جس سے معلوم ہو جائے کہ اس روایت کی کوئی اصل ضرور ہے، تو اس حدیث کا مفہوم صحیح ہونے کا گمان غالب آ جاتا ہے۔ اس صورت میں اس کو تقویت دینے والے قرینوں کے سہارے اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ شافعی اور احمد جیسے ائمہ کرام کے نزدیک مرسل سے استدلال میں یہی تحقیق شدہ نظریہ ہے۔[علوم الحدیث لابن صلاح هامش ص ۵۱ بتحقیق نور الدین عتر]

راقم: اس مرسل حدیث کی تائید کرنے والا قرینہ حدیث علی بن شیبان ہے، جس میں ''صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز کو باطل قرار دیا گیا ہے''۔ اور یہ ہر اس طریقے کا تقاضا کرتا ہے جو آدمی کو صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونے سے بچائے جس میں اگلی صف میں گنجائش نہ ہونے یا امام تک رسائی نہ ہونے کی صورت میں اگلی صف سے آدمی کو کھینچ کر ساتھ ملانا بھی شامل ہے۔

الزرکشی: احکام میں بھی ضعیف پر عمل کیا جائے گا، جب اس میں احتیاط ہو۔[تدریب الراوی ۱/ ۲۹۹]

راقم: یہ حدیث بھی صحیح حدیث کے قرینے اور ایک لحاظ سے احتیاط بھی ہونے کی وجہ سے قابل عمل ہے۔

{2} پیچھے لایا ہوا شخص صف اول کی فضیلت سے محروم ہوگا۔ (جواب) یہ سراسر محل نظر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً بہت بڑے فضل والا ہے اور اس کی رحمت ہر چیز سے زیادہ وسیع ہے۔ ابوھریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: ''...... میں اپنے بندے کی توقع کے بالکل قریب ہوتا ہوں......'' اور دوسری حدیث قدسی اللہ عزوجل سے متعلق ایسے گمان سے روکتی ہے: ''......اور جب بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرے پھر وہ اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے تو اس کے لیے

ایک نیکی درج کرو۔ اگر وہ نیکی کرلے تو اس کے لیے دس سے لے کر سات سو گنا تک لکھ دو۔'' [البخاری التوحید باب ۳۵ ح۷۵۰۱، مسلم الإیمان ۲/۲۴۷] اب اس بندے نے صف اول میں عملاً نماز شروع کی، پھر اسے پیچھے کھینچ لیا جاتا ہے تو اپنے بھائی کو اکیلا کھڑا ہونے سے بچانے کے لیے نرمی اختیار کرتا ہے، کیونکہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''......صفیں سیدھی کرو......اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں نرمی دکھلاؤ۔'' [أبوداؤد الصلاۃ باب ۹٤ تسویة الصفوف ح:٦٦٦ وصححه الألبانی] اب اس بیچارے کے ثواب میں کمی کیوں ہوگی؟! بلکہ اس کے لیے زیر بحث ضعیف حدیث میں وارد ثواب کی بشارت قرین قیاس ہے۔ واللہ اعلم

{3} آدمی کو صف اول سے کھینچ لینا ظلم ہے۔ (جواب) قیس بن عباد کا بیان ہے کہ: میں مسجد کی صف اول میں تھا، کسی نے مجھے کھینچ کر پیچھے کر دیا اور خود میری جگہ کھڑا ہو گیا، تو اللہ کی قسم میں (غصے کی وجہ سے) اپنی نماز پر توجہ ہی نہ دے سکا جب نماز ختم ہوئی تو وہ حضرت ابی بن کعبؓ تھے، آپ نے کہا: ''اے جوان اللہ تجھ سے بُرا سلوک نہ کرے، بیشک یہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہمارے لیے خاص ہدایت ہے کہ ہم ہی ان کے قریب رہیں۔'' [النسائی الإمامة باب ۲٤ من یلي الإمام ...... ۲/۸۸ وصححه الألبانی ح۸۰۷]۔ دیکھیے جلیل القدر صحابی سید القراء ابی بن کعب انصاریؓ نے ایک تابعی مخضرم کو صف اول سے کھینچ کر پیچھے لایا اور حدیث ''لیلنی منکم اولو الاحلام و النهی'' ''تم میں سے علم وعقل والے مجھ سے قریب رہیں'' (متفق علیه) سے استدلال کرتے ہوئے اس کی جگہ لے لی۔ حالانکہ بالا جماع یہ صورت اس کی نماز کو باطل کرنے والی نہیں تھی۔ اب اگر یہ عمل صحابہ کرامؓ کی نظر میں ظلم ہوتا تو وہ ضرور آپ پر اعتراض کرتے۔ جبکہ امامت بھی حضرت عمر فاروقؓ کر رہے تھے۔ (احمد ۳۵/۱۸٦ وصححه الارنؤط) اگرچہ راقم الحروف دورانِ نماز اسے کھینچنے کو اجتہادی غلطی سمجھتا ہے۔ واللہ اعلم

{4} صف میں خلا پیدا ہوتا ہے۔ (جواب) باہم ملے ہوئے صف میں سے ایک شخص کو نکالنے سے جو خلا پیدا ہوتا، ہے وہ معمولی حرکتوں سے پُر ہو سکتی ہے۔ اپنے بھائی کو اکیلا کھڑا ہونے سے بچانے کی خاطر یہ حرکت ان پر آسان ہوگی۔ اور اس موقع پر صف والے اس دعائے نبویہ کا شرف حاصل کریں گے۔ ''جس نے صف ملائی اللہ تعالیٰ اس سے تعلق ملائے۔''

[أبوداؤد الصلاۃ باب ۹٤ ح٦٦٦ عن ابن عمروؓ النسائی الإمامة ۳۱ ۲/۹۳ صححه الألبانی]

اور اس سے آگے کی وعید ''جس نے صف توڑی اللہ اس سے تعلق توڑے۔'' اس شخص پر لاحق نہیں ہوگی؛ کیونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے، نیز اس کا مقصد بھی نمازی کو اکیلا کھڑا ہونے سے بچانے کے سوا کچھ نہیں۔ واللہ اعلم